

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

مقالات کے نام

۱۔ نور سے ذاتِ مصطفیٰ ﷺ مراد لینا

۴۸۳۵

(اہل سنت کا موقف نہ کہ اہل بدعت کا)

۲۔ رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ

۶۸۳۴۹

۳۔ درود و سلام کی فضیلت

۱۰۴۳۶۹

۴۔ تحفہ درود و سلام

۱۴۶۳۱۰۵

۵۔ حدیثِ توسلِ آدم علیہ السلام

۱۸۴۳۱۴۷

ہرگز موضوع نہیں

نام کتاب علمی مقالات

تصنیف مفتی محمد خان قادری

اہتمام محمد فاروق قادری

کمپوزنگ اسلامک کمپوزنگ سنٹر

ناشر کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جلد سوم صفحات 432

اشاعت اول اپریل 2011ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک شال اردو بازار لاہور ☆ فیضان القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ عسکری پارک کراچی ☆ مکتبہ برکات الدین بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ محال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ عظیم المدارس جامعہ اسلامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلوم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نورینہ ضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قدوسیہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ درضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ خلیفہ گنج بخش روڈ لاہور ☆ مکتبہ مسلم کتابی دربار مارکیٹ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلاد شریعت گلشن رحمان ٹھوکر نیا بیک لاہور

042,35300353...0300.4407048

۶۔ ارض خدا ملکیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۱۸۳ تا ۲۱۸۴

۷۔ مسئلہ ترک (کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عمل کو

ترک کرنا حرام ہونے کی دلیل ہے) ۲۱۹ تا ۲۶۸

۸۔ آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں

۲۶۹ تا ۲۸۶

۹۔ اسلام اور خدمت خلق

۲۸۷ تا ۳۱۰

۱۰۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کی

۳۱۵ تا ۳۳۳

حیات و خدمات

۱۱۔ کیا سنگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟ ۳۳۵ تا ۴۰۲

۱۲۔ المقالة المرضیة فی الرد علی

۴۰۳ تا ۴۱۰

من ینکر الزیارة المحمدیة

اہم نوٹ: تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ کیجیے!

حدیث تو سل آدم علیہ السلام

ہرگز موضوع نہیں

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلاد مشریت گلشن رحمان ٹھوکر نواز بیک لاہور

042,35300353...0300.4407048

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمام امت کے اہل علم نے یہ بیان کیا اور تسلیم کیا کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اس کے حبیب سیدنا محمد ﷺ کی ذات کا وسیلہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وسیلہ کی برکت سے ان کی توبہ قبول کی۔

امیہ مسلمہ نے حضور ﷺ کے جواز وسیلہ پر اس مبارک حدیث کو ہمیشہ بطور اہل ذکر کرتے ہیں مثلاً امام مالک رحمہ اللہ سے خلیفہ وقت منصور نے پوچھا میں روضہ نبوی پر حاضری دیتے وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا قبلہ کی طرف؟ تو انہوں نے فرمایا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے مقام عالی سے آگاہ کر دیتا ہوں اس کے بعد فیصلہ خود کر لینا کہ منہ کس طرف کرنا ہے، آپ ﷺ کی شان اقدس یہ ہے:

هو وسيلتك ووسيلة والدك آدم عليه السلام آپ ﷺ تمہارے وسیلہ بلکہ تمہارے والد گرامی حضرت آدم علیہ السلام کے بھی وسیلہ ہیں۔

اس میں امام مالک رحمہ اللہ نے اسی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس روایت سے اہل علم کا استدلال ہی واضح کر دیتا ہے کہ یہ حدیث ہرگز موضوع اور من گھڑت نہیں ورنہ امام مالک جیسے آئمہ دین اس سے استدلال نہ کرتے اور جس روایت سے آئمہ امت استدلال کریں گویا اس کی صحت پہ ان کا اتفاق ہے

اہل بدعت کا انکار

ہمارے دور کے کچھ اہل بدعت نے اپنی کم علمی اور کج فہمی کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے اور اپنی رائے و تحقیق کو تمام امت پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ہونکہ عوام ان چیزوں سے آگاہ نہیں لہذا وہ پریشان ہو جاتے ہیں آئے دن میری نظر سے ایسے مضامین گزر رہے جن میں اس حدیث کو من گھڑت قرار دینے پر ہی زور دیا گیا تھا

بعض احباب مثلاً الحاج شوکت علی سرپرست جامع مسجد شادمان نے بھی اس کا ذکر کیا اور اصل صورت حال اشکار کرنے کا بھی کہا کئی دفعہ سوچا کہ اس پر لکھوں گا اور واضح کروں گا کہ یہ روایت ہرگز ہرگز موضوع نہیں ہاں یہ ضعیف بلکہ حسن لغیرہ ہے جس سے استدلال بالکل درست ہے یہی وجہ ہے کہ ائمہ اس سے استدلال کرتے رہے مگر مصروفیات کی وجہ اس پر نہ لکھ سکا۔

کافی عرصہ پہلے سے عظیم محدث امام عبداللہ صدیق الغماری (م۔ ۱۴۱۳ھ) کی اس روایت پر علمی تحقیق مطالعہ میں تھی اب یہی سوچا کہ اس کا ترجمہ کر دیا جائے تاکہ اہل علم کو اس پر مواد فراہم ہو جائے، انہی کے عظیم شاگرد شیخ محمود سعید مدوح نے اپنی دفعہ المنارۃ فی تخریج التوسل والذیارة میں بھی اس روایت پر گفتگو کی ہے مگر وہ مختصر ہے لیکن امام غماری کی گفتگو تفصیلی ہے جو ان کی کتاب الرد المعکم المعین علی کتاب القول المبین کے ص ۱۴۲ تا ۱۴۱ تک پھیلی ہوئی ہے آئیے ان کی علمی تحقیق کا مطالعہ کرتے ہیں:

متعصب کا شبہ

متعصب مکر وسیلہ کہتا ہے کہ امام حاکم، ابن حبان اور صاحب الدر المنکور (امام سیوطی) نے ارشاد الہی فقل علی آدم من وہ کلمات کی تفسیر میں حضرت عبدالرحمن بن زید نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور انہوں نے کھالیا، انہوں نے نگاہ اٹھائی تو باب جنت پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، تو عرض کیا:

اللہم انی توسل الیک بمحمد وال محمد اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حضرت محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کو وسیلہ بنانا الا ما غفرت لی ہوں تاکہ تو مجھے معاف کر دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یا آدم من این علمت بمحمد حتی اے آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا حتیٰ ان کے وسیلہ سے تم نے دعا کی؟ عرض کیا میں نے نظر اٹھائی تو جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا: لا الہ الا اللہ الا احب الاسماء تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی نام کو ملایا ہے جو تجھے سب سے زیادہ محبوب نام ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان غفرت لک میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

اس روایت سے سات کتب حدیث خالی ہیں، امام حاکم نے اپنی اس عادت (کہ وہ موضوع احادیث کو صحیح قرار دیتے ہیں) کے مطابق اسے بھی صحیح قرار دے دیا

پسند امور کا تذکرہ

میں کہتا ہوں مخالف کی گفتگو میں ان امور کا تذکرہ ہے۔

امراؤل: ابن حبان کی طرف نسبت غلط ہے

اس نے حدیث کی نسبت امام ابن حبان کی طرف کی ہے حالانکہ یہ نسبت غلط ہے کیونکہ امام ابن حبان نے اس روایت کو نقل نہیں کیا نہ صحیح میں نہ ثقات میں اور نہ ضعیفاء میں۔ البتہ امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں، امام حاکم نے مستدرک، امام بیہقی اور امام ابوفہیم دونوں نے دلائل النبوة اور امام ابن عساکر نے اسے تاریخ میں نقل کیا ہے:

امریانی: امام سیوطی راوی نہیں

صاحب الدر المنکور کی طرف روایت حدیث کی نسبت کرنا بھی مخالف کے لہایت غبی ہونے اور اجتہادی جہالت کا پتہ دے رہا ہے اس لئے کہ صاحب الدر المنکور اگرچہ حفاظ حدیث بلکہ ائمۃ الحفاظ میں ہیں لیکن وہ اسانید کے ساتھ حدیث روایت کرنے والوں میں سے نہیں ہیں مثلاً امام بخاری، امام ابن حبان، ابوفہیم،

ابن عساکر اور ابن نجار، کیونکہ جہاں سیوطی کا زمانہ ان محدثین سے متاخر ہے اور ان کے وقت سے پہلے کتنی مدت روایت بالا سناد کا انقطاع ہو چکا ہے جس طرح کتب مصطلح الحدیث سے یہ ضابطہ معلوم ہے وجہ مذکور کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام سیوطی نے الدر المنثور اور الجامع الصغیر میں روایت کیا ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حدیث نقل کی ہے۔

اخراج اور خرج میں فرق:

محدثین کی اصطلاح کی بنا پر اخراج اور خرج میں فرق ہے وہ پہلے لفظ کو سند بیان کرنے والے اور دوسرے کو سند بیان کرنے والے کی طرف حدیث کی نسبت کرنے والے کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ کہیں گے اخروج الطبرانی والدیلمی حدیث کذا۔ اخروج ابن حجر والیسوطی یعنی روایت کرنے والوں کی طرف انہوں نے نسبت کی ہے

بعض محدثین نے اخروج بمعنی اخروج استعمال کیا ہے حافظ ابن رجب نے اپنی کتب میں اسی اصطلاح کو اپنایا ہے۔ لیکن اخروج (روایت کیا) کو اخروج (نقل کیا) کی جگہ کسی محدث نے ذکر نہیں کیا بلکہ یہ صریح جہالت ہے ایسی بات اس متعصب جیسے لوگوں سے ہی صادر ہو سکتی ہے۔ واللہ التوفیق

امر ثالث: لفظ جد ہضم کر لیا

اس نے سند یوں بیان کی۔

عن عبد الرحمن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن عمرو۔
یہ نہایت واضح لفظی ہے کیونکہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جیسے المستدرک اور دیگر کتب میں ہے لیکن مگر جد (دادا) کا لفظ ہضم کر گیا۔

امر رابع: الفاظ حدیث میں کی بیشی

اس نے الفاظ حدیث میں کی بیشی کر دی، ہم اصل کے مطابق حدیث ذکر کیے ہیں تاکہ اس کی تحریف کا ازالہ کیا جاسکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خطا سرا ہوئی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

یا رب اسألك بحق محمد لعل غفرت لی
اے میرے رب میں محمد کے وسیلہ سے
عرض کرتا ہوں مجھے تو معاف فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم
کیف عرفت محمدًا ولم اخلقه؟
تم نے انہیں کیسے پہچانا حالانکہ میں نے
اسے پیدا نہیں کیا۔

عرض کیا جب تو نے اپنے دست اقدس سے مجھے پیدا کر کے میرے اندر اپنی
طرب سے روح پھونکی تو میں نے سراٹھایا تو

روایت علی قوائم العرش مکتوبًا لا الہ
لا اللہ محمد رسول اللہ
تو میں نے عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا
دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

تو میں نے پہچان لیا کہ

لا تحلف الی اسمک الا احب الخلق الیک
تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کو ملایا ہے
جو تجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صليت يا آدم انه احب الخلق الی
اے آدم تو نے سچ کہا ہے یہ مجھے سب سے
زیادہ محبوب ہیں۔

تو نے ان کا وسیلہ دیا ہے

فقد عرفت لك ولو لا محمد ما خلقتك میں نے تجھے معاف کر دیا اور اگر محمد ﷺ نہ ہو
 احرار الانبياء من ذريتك ہوتے میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔ وہ تمہاری اولاد
 میں آخری نبی ہونگے

الفاظ حدیث تمہارے سامنے ہیں اس سے منکر کے الفاظ کا موازنہ کر لیجئے ان
 دونوں کے درمیان واضح فرق ہے:

امر خاص: یہ کہنا کہ اس حدیث سے سات کتب خالی ہیں اور امام حاکم کا عادت کے
 مطابق موضوع کو صحیح قرار دینا ظاہر ہے۔

اس ضدی کی گفتگو نہایت واضح کر رہی ہے کہ صحیح حدیث اور وضع حدیث میں
 فرق فقط یہ ہے کہ اس کا وجود ان کتب میں ہے یا اس کا وجود ان میں نہیں کیونکہ اس نے
 اس حدیث کے موضوع ہونے کو اس پر مرتب کیا ہے امام حاکم نے اسے لا پر دہی سے صحیح
 کہا اور اس سے یہ دروازہ کھل جائے گا کہ جس حدیث سے کتب سب خالی ہیں وہ موضوع
 دمن گھڑت ہوگی۔ اگر اس کے ہاں اس علامت کے برعکس ہو جائے گا اور اس کا منعکس
 ہوتا اس کی عقل فاسد سے بعید بھی نہیں تو اس سے لازم آئے گا کہ جو حدیث ان سات
 کتب میں موجود ہے وہ موضوع نہیں ہوگی، اس منحوس طائفہ نے محدثین سے اختلافات
 میں یہی راستہ اختیار کیا ہے اگرچہ حدیث کے لئے کثیر طرق ہوں نہ عقل اس کے موافق
 ہے اور نہ ہی نقل جیسا کہ ہم نے ابتدا کتاب میں اس پر تنبیہ کی ہے لیکن علماء محدثین،
 اصولیین اور فقہاء کے طریق پر بطور طرد و نکس یہ مذکور علامت قاعدہ ہے بلکہ اس کا مدار ان
 کے ہاں شرائط قبولیت کا پایا جانا یا نہ پایا جانا ہے تو جس حدیث میں شرائط قبولیت ہوگی وہ
 صحیح ہوگی ورنہ صحیح نہ ہوگی خواہ وہ سات کتب میں موجود ہو یا موجود نہ ہو۔ اسی قاعدہ کی
 تائید عقل کرتا ہے جو خفی نہیں کیونکہ وضع حدیث اور سات کتب کے اس سے خالی ہونے
 میں کوئی ملازم نہیں مگر اس کے دماغ میں جو اس متعصب جیسا دماغ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں
 سیدھی راہ کی ہی توفیق دے

امر سادس: امام حاکم پر حملہ

اس متعصب کا یہ دعویٰ کہ امام حاکم موضوع احادیث کو لا پر دہی اور عدم سنجیدگی
 کی وجہ سے صحیح قرار دیتے ہیں، اس کو بڑی جسارت ہے اور یہ اس بات کا مستحق ہے کہ ہم
 اس کی زبان کھینچ لیں تاکہ یہ امت کے برگزیدہ علماء کے بارے میں ایسے بکواس نہ کر سکے
 کہ امام حاکم امت کے جلیل عالم، حافظ کبیر، ان کے صدق و عدالت، علم حدیث کی
 معرفت اور اس میں تقدم اور امامت پر امت کا اجماع ہے جس کا حافظ ذہبی اور دیگر ان
 جیسی شان والے علماء نے اعتراف کیا ہے۔ اس پر یہ دلیل ہی کافی ہے کہ حافظ بیہقی ان
 کے شاگرد اور تلمیذ ہیں اور اپنی کتب میں اکثر انہی سے روایت کیا ہے اور ان کا اسم گرامی
 ابوالہد اللہ حافظ لکھتے ہیں اگر وہ عدم سنجیدگی کی وجہ سے موضوع احادیث کو صحیح قرار دیا کرتے
 تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟

اگر انہیں ایسا کہنا درست اور ان سے یہ ثابت ہوتا تو پھر ان کے فسق و جہالت
 پر اجماع ہوتا کیونکہ انہوں نے دانستہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف کذب کی نسبت کی
 حالانکہ ایسی بات کا اللہ تعالیٰ اور اہل اسلام انکار کرتے ہیں۔

بندہ محسوس کرتا ہے کہ یہ متعصب اس خیال میں ہے کہ وہ ایسے ادہاش لوگوں
 کے درمیان ہے جو طوطے کی طرح کسی کی تلقین پر اسے گالی دے اور اس پر لعنت کرے تو
 یہ سب دشتم اور لعنت کرنے والا ہے تو اس نے امام حاکم کے حق میں ایسی جسارت کا
 ارتکاب کیا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس نے امام کبیر اور سنت نبوی ﷺ کے ایک حافظ پر
 ظلمناک حملہ کیا کیونکہ امت میں اگر متعصب جیسا کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ
 مسترد رک جیسی کتاب لانے سے عاجز ہوگا اگرچہ لوگ ایک دوسرے سے معاون بن
 جائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے ہدایت کی توفیق دے۔ آمین

امر سابع: حافظ ابن حجر کی تحقیق

اس کا یہ دعویٰ بھی بڑی جہالت ہے کہ امام حاکم موضوعات کو صحیح قرار دینے میں

سجیدہ نہیں حافظ ابن حجر نے امام موصوف کی طرف اس تسامی کی نسبت کی تحقیق کی ہے جو معروف اور متداول کتب مصطلحات میں مذکور ہے۔

امام سیوطی کی گفتگو

امام سیوطی نے تدریب الراوی میں المسد رک اور اس کے مصنف کے تسامی کا لکھا کہ انہوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا اور وہ اس کی تنقیح کا ارادہ رکھتے تھے کہ ان کا وصال ہو گیا اور لکھا۔

میں نے المسد رک کے چھ اجزاء میں سے تقریباً دوسرے جز کے نصف کے قریب تک امام حاکم کی املا پائی ہے اور لکھا:

اس کے علاوہ کتاب ان سے بطور اجازہ حاصل ہے اور لکھا:

املا شدہ حصہ میں باقی حصہ کی نسبت تسامی بہت کم ہے۔

تم نے دیکھا حافظ موصوف نے یہ حقیقت اشکار کر دی کہ تسامی کا سبب تنقیح کتاب سے پہلے امام حاکم کا وصال کر جانا ہے اور انہوں نے یہ تصریح کر دی کہ املا والے اور تنقیح کردہ حصہ میں بہت ہی کم تسامی ہے یہاں اس مشہور و شعر کا ذکر خوب رہے گا۔

اذا قلت حزام فصدقوها فان القول ما قلت حذام
اس تحقیق کے بعد کوئی بھی امام حاکم کی طرف تسامی یا لاپرواہی کی نسبت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا مگر وہ جو اس متعصب کی طرح جہالت کے گڑھے میں گرا ہوا ہو۔
وبالله التوفیق۔

امر ثامن

متعصب کا یہ دعویٰ کہ امام حاکم موضوع روایات کو صحیح قرار دینے میں لاپرواہی برتتے ہیں یہ باطل، ہولناک اور لغو بات ہے جو باطل نہیں یہ اس لئے کہ مستدرک میں تمام موضوع روایات جو تقریباً سو ہیں جنہیں حافظ ذہبی نے خاص جز میں جمع کر دیا ہے جس کا حافظ سیوطی نے ذکر کیا، بلاشبہ یہ تعداد کتاب کی ضخامت اور اس میں کثیر روایات کی نسبت

کم نمبری بلکہ مستدرک کی تلخیص کرنے والے حافظ ذہبی نے اپنی اسی تحقیق میں لکھا کہ مستدرک میں احادیث ضعیفہ اور موضوع کتاب کا چوتھائی اور باقی تین حصوں کی تمام احادیث صحیح ہیں وہ بخاری شریف کی یا بخاری و مسلم میں سے کسی ایک کی شرائط پر ہیں یا کسی ہیں اگرچہ ان میں سے کسی کے شرائط پر نہیں ہیں۔

حافظ سیوطی نے تدریب میں لکھا:

امام ابوسعید مالینی کہتے ہیں۔

میں نے امام حاکم کی تصنیف المسد رک کا اول و آخر مطالعہ کیا تو میں نے اس میں کوئی ایسی ایک حدیث نہیں پائی جو بخاری و مسلم کی شرائط پر ہو۔

اس پر امام ذہبی کہتے ہیں:

هذا اسراف وغلو من المالینی یہ مالینی کا غلو اور زیادتی ہے۔

ورنہ اس میں بیشتر احادیث بخاری و مسلم کی شرائط پر اور بیشتر ان میں سے کسی ایک کی شرائط کے مطابق ہیں اور ان کا مجموعہ نصف کتاب بن جاتا ہے، اس میں چوتھائی احادیث کی اسناد صحیح اور ان میں بعض شی ہے اور باقی چوتھائی تقریباً مناکیر اور کمزور ہیں جو ان میں بعض موضوعات ہیں،

یہ علمی تحقیق ہے جو اطلاع و معرفت پر مبنی ہے یہ اعلان ہے کہ مستدرک میں کثیر احادیث صحیح کی نسبت ضعیف بہت ہی کم ہیں اور آپ جان چکے کہ موضوع احادیث بہت ہی کم ہیں اور یہ تمام اس متعصب کے کذب اور جہالت پر بہت ہی واضح دلیل ہے۔
وبالله التوفیق۔

پھر متعصب نے لکھا:

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں لکھا: ایک آدمی نے امام شافعی کی موجودگی میں امام مالک سے عبدالرحمن بن زید کے بارے میں پوچھا جو اس حدیث کی سند کا مدار ہے یعنی ان کے علاوہ کسی طریق سے سہرو دی نہیں۔

امام مالک نے فرمایا: جب تم پر احادیث کے اسناد میں اشکال ہو تو عبدالرحمن بن زید کے پاس اسے لے جاؤ تو وہ اپنے والد وہ اپنے جد اور حضرت نوح علیہ السلام سے بات کرتا ہے اور یہ بات کسی اسناد کی تکذیب کے لیے نہایت موثر ہے۔

امام مالک نے یہ بھی فرمایا:

یہ مناکیر روایات لاتا ہے انہوں نے نقل کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں نماز پڑھی۔

جس طرح امام مالک نے ان کی خوب تکذیب کی ہے اسی طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور تمام ائمہ حدیث نے بھی ان کی تکذیب کی ہے۔

حتیٰ کہ حافظ عبدالحق نے راویان حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ اہل علم میں سے کسی نے بھی عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی حدیث سے احتجاج کیا ہو۔

حافظ ذہبی نے مستدرک حاکم کی تعلیق جلد ۲ ص ۶۱۵ سطر سات ۹۵ میں لکھا: امام حاکم نے روایت کو صحیح کہا بلکہ یہ موضوع ہے اس کی سند میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہے اس نے اسے مجہول سے روایت کیا۔

حافظ ابن حجر نے تہذیب المعجم میں عبدالرحمن بن زید کو خوب و شدید کفر و قرار دیا اور ان پر طعن کے لیے ائمہ سے نقل کیا جو کچھ ہم نے نقل کیا یہ بہت کم ہے جو اس سے اضافہ چاہتا ہے وہ ان کا کلام پڑھے۔

قابل توجہ چند امور

امراؤل:

امام مالک سے منقول حکایت میں رد و بدل کر دیا گیا، صواب و درست وہ ہے جس کا میزان اور دیگر کتب نے ذکر کیا کہ:

ایک آدمی نے امام مالک کے سامنے ایک حدیث بیان کی فرمایا یہ حدیث کس نے بیان کی

تو اس نے منقطع سند بیان کی تو امام مالک نے فرمایا تم عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے پاس جاؤ وہ تمہیں اپنے والد اور حضرت آدم علیہ السلام کے حوالہ سے حدیث بیان کریں گے

امر ثانی

یہ حکایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی تکذیب پر دلیل نہیں بن سکتی جیسے اس ہٹ دھرم کا گمان ہے اور یہ اپنے اس گمان میں کاذب اور مجہول ہے۔

اس حکایت کا معنی یہ ہے کہ امام مالک عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو حدیث میں ممکن نہیں جانتے اور یہ غفلت اور عدم اتقان میں یہاں تک ہیں کہ وہ متون کو ایسی منقطع سند سے روایت کر دیتے ہیں جن میں انقطاع نہایت ہی ظاہر ہے اور اس میں یہ امتیاز نہیں کرتے کہ اس میں سے کون صحیح ہے اور کون صحیح نہیں۔ عبارت مذکورہ سے امام مالک کی یہی مراد ہے اور اس کے علاوہ معنی درست نہیں۔

اس پر پہلی دلیل یہ ہے کہ عبدالرحمن بن زید کی کسی نے کذب کی طرف نسبت نہیں کی نہ امام مالک نے ایسا کیا اور نہ ہی نہ ایسا کسی دوسرے امام نے کیا ہے بلکہ اہل علم نے انہیں مایہ وزہد قرار دیا ہے جیسا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آرہا ہے۔

دوسری دلیل

اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ خالد بن خراش نے بیان کیا ہے کہ مجھے داور دی، معن اور اہل مدینہ کے اکثر علماء نے کہا کہ عبدالرحمن کے پاس نہ جاؤ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں لیکن ان کے بھائی عبداللہ کے پاس جاؤ۔

یہ گفتگو واضح کر رہی ہے کہ عبدالرحمن اپنے شہر کے لوگوں کے ہاں ہماری مذکورہ بات غفلت اور عدم اتقان میں معروف تھے۔ بلاشبہ امام مالک مدینہ طیبہ میں رہتے تھے اور ممکن ہے وہ ان میں شامل ہوں جنہوں نے خالد بن خراش کی رہنمائی کی جیسا کہ ان کا قول اکثرا اہل مدینہ کا ظاہر ہوتا رہا ہے تو متعین ہو گیا کہ ان کی سابقہ عبارت سے وہ ہی مراد ہے جو کہ ہم نے ذکر کیا نہ کہ وہ جیسے اس ہٹ دھرم نے سمجھا۔

امر ثالث

اس ضدی کے یہ الفاظ کہ

امام مالک رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ منا کیر احادیث روایت کرتا ہے انہوں نے کشتی نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا کہ اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ یہ اس ضدی کا صراحۃً جھوٹ ہے امام مالک نے ایسی گفتگو ہرگز نہیں کی اور نہ حافظ ابن حجر نے اسے تہذیب المجتہب میں نقل کیا جس سے اس ضدی نے نقل کیا ہے اور اس کا ذکر ذہبی نے میزان میں بھی نہیں کیا بلکہ ہم ایسی کوئی شے کتب رجال میں نہیں جانتے جیسے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے واضح ہو جائے گا۔

امر رابع

اس ضدی کا کہنا کہ

امام مالک نے اس کی خوب تکذیب کی اور اس طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور عام آئمہ محدثین نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے نہ امام مالک نے عبدالرحمن کو کاذب کہا اور نہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور نہ آئمہ حدیث میں اسے کسی نے کہا چہ جائیکہ وہ تمام ایسی بات کہیں جہولوں پر اللہ کی لعنت

امر خامس

اس متعصب کا یہ کہنا

حتیٰ کہ حافظ عبدالحق نے راویان حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم کسی اہل علم کو نہیں جانتے کہ اس نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی حدیث سے احتجاج کیا ہو۔ یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ حافظ عبدالحق نے اس حدیث پر گفتگو ہی نہیں کی اور نہ ہی اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے یہ اس ضدی نے خود گڑھا تا کہ اپنے مذہب کو پختہ کرے اور اگر ضدی یہ کہنے کا ارادہ رکھتا ہے کہ عبدالحق نے کسی اور حدیث پر

گفتگو کی ہے جس کی سند میں عبدالرحمن بن زید ہے تو اس کی یہ عبارت اس کی تائید اور تائید نہیں دیتی۔

امر سادس

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ حافظ عبدالحق سے جو اس نے نقل کیا یہ صحیح ہے۔ اگرچہ اس کا جھوٹا ہونا کئی طرح سے ثابت ہو چکا ہے لیکن اس سے عبدالرحمن بن زید کا کذاب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ان کی عبارت سے نہ بطور مطابقت نہ بطور تقصیم اور نہ بطور التزام بلکہ زیادہ سے زیادہ کلام حافظ عبدالحق (اگر صحیح ہو) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبدالرحمن ضعیف ہے اور ضعیف کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاتا جیسے کہ علم حدیث میں ثابت ہے لیکن کیا ضعیف، کذاب ہوتا ہے حالانکہ ان کے درمیان واضح فرق ہے۔

امر سابع

یہ اس ضدی کے حافظ عبدالحق سے کلام نقل کرنے اور اس کے اس قدر مبالغہ کرنے سے کہ عبدالرحمن بن زید کی عام آئمہ محدثین نے تکذیب کی ہے یہ اشکار ہوا کہ یہ ضدی اللہ جرح کا فہم نہیں رکھتا اور نہ ہی جرح کے مراتب میں فرق کر سکتا ہے جیسا کہ اس فن کے ماہرین کے ہاں معروف ہیں۔ اس لئے محدثین کے عبدالرحمن بن زید کو ضعیف کہنے سے ضدی یہ سمجھا کہ وہ اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور اسے وضاع کہہ رہے ہیں وہ نہیں جانتا کہ جرح کے مختلف درجات ہیں اور ان کا کسی راوی کے بارے میں یہ قول کہ وہ ضعیف ہے یا اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا ان کے اس قول سے کتنے مراحل و درجات سے زیادہ خفیف ہے کہ وہ اسے کذاب، وضاع اور جرح میں شدید ترین الفاظ استعمال کریں۔ ہماری اس گفتگو سے یہ برہان سامنے آیا کہ یہ ضدی شخص جاہل و خائن ہے اور علم نہیں رکھتا اور کسی شے کے نقل پر امین بھی نہیں اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرمائے

اس نے یہ بھی لکھا کہ

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبد الرحمن بن زید کی خوب و شدید تضعیف کی ہے اور لکھا

ہم نے جو ان سے نقل کیا ہے یہ نہایت ہی کم اور تھوڑا ہے جو آدمی زیادہ ارادہ رکھتا ہو وہ ان کی طرف رجوع کرے۔

ہٹ دھرم کی یہ گفتگو کذب بیانی اور قلت حیا پر مشتمل ہے، کذب پر یوں کہ اس کا ہم نے ان سے اخف و کم جرح نقل کیا ہے حالانکہ خود پہلے تہذیب التہذیب سے نقل کیا کہ امام مالک نے ان کی شدید تکذیب کی، اسی طرح امام شافعی، امام احمد اور اکثر آئمہ محدثین نے ان کو بھونٹا قرار دیا، جب یہ نقل کر دیا تو اپنے رب کی قسم لکھا کہ بتاؤ اس تکذیب سے اشد کون سی چیز ہے جو ان کے فسق اور عصیان پر مشتمل ہے؟

شاید اس کی اس سے مراد یہ ہے کہ صاحب تہذیب التہذیب نے آئمہ محدثین سے یہ بھی نقل کیا کہ انہوں نے عبد الرحمن کو کافر قرار دیتے ہوئے ملت اسلامیہ سے خارج قرار دیا لیکن بدلۂ معلوم ہے کہ ان سے ایسا کچھ بھی صادر نہیں ہوا تو واضح ہو گیا کہ ضدی، اخف کہنے میں کاذب ہے کیونکہ کذب سے اخف کچھ نہیں۔

ضدی کے کلام میں دوسرا کذب یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا جو ہم نے اس کے بارے میں نقل کیا وہ اخف و کم ہے تھا صحت رکھتا ہے کہ حافظ عبد الحق کی گفتگو بھی تہذیب التہذیب میں موجود ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں اس چھوٹے سے جملہ کو دیکھو جو بار بار کذب بیانی پر مشتمل ہے تو ہمارا یہ کہنا درست و حق ہے کہ یہ ہٹ دھرم جو اعداء الکذب (کذب کے جامع کلمات) سے مزین ہے

قلت حیا یوں ہے کہ لکھتا ہے

جو اس سے زائد چاہتا ہے تو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرے، اس نے

تہذیب التہذیب کا حوالہ دیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ کتاب پر مطلع شخص کے سامنے اس کی سزاقتی ہوگی اور اس کا جھوٹا ہونا واضح ہو جائے گا تو اس سے بڑھ کر بھی بے حیائی اور احمق پن ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ سے ہی سلامتی اور عافیت کی دعا ہے۔

امر تاسع

اس متعصب نے عبد الرحمن بن زید کے حالات میں کذب بیانی سے کام لیا اور اسے تہذیب التہذیب کی طرف منسوب کیا اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ وہاں سے الفاظ کتاب نقل کر دیں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے اور بات کھل کر سامنے آجائے اور یہی ہمارا قصور ہے۔ واللہ العوفاقی۔

حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب میں ان کے بارے میں یہ عبارت ہے۔
عبد الرحمن بن زید بن اسلم عدوی مولانا مدنی، یہ اپنے والد ابن مکرہ، صفوان بن سلیم اور ابو حازم بن سلمہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن وہب، عبد الرزاق، وکیع، ولید بن مسلم، ابن عیینہ، عیسیٰ افشار، ہارون بن صالح الطبرستانی، سعید بن علیہ سلمی، ابو مصعب زہیری، سوید بن سعید حدثانی، محمد بن عبید اللہ بخاری عیسیٰ بن حماد احمہ اور دیگر روایت کرتے ہیں اور اس سے مالک بن مغول اور یونس بن عیینہ روایت کرتے ہیں حالانکہ یہ دونوں ان سے بڑے ہیں اور زہیر بن محمد احمی اور مرحوم بن عبد العزیز الطبرستانی نے ان سے روایت لی حالانکہ یہ دونوں ان کے معاصر ہیں، ابو طالب نے احمد سے اس کی ضعیف نقل کیا، ابو حاتم کہتے ہیں میں نے امام احمد سے زید کی اولاد کے بارے میں سنا کہ تمہیں ان میں سے کوئی پسند ہے فرمایا، اسامہ، عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا عبد اللہ بن عبد الرحمن تو فرمایا یہ عبد اللہ کی مثل و برابر نہیں اور اس کا معاملہ تھوڑا سا ضعیف ہے، عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں میں نے والد گرامی کو عبد الرحمن کو ضعیف قرار دیتے ہوئے سنا اور فرمایا اس نے یہ منکر حدیث روایت کی ہے

احلت لعاہبتان و دمان۔ (ہمارے لئے دو اموات اور خون حلال کیے گئے ہیں)۔
 نوٹ: یاد رہے یہ بھی روایت حسن ہے اور اس کے طرق پر آگاہی سے یہی معلوم و واضح ہے۔
 عمرو بن علی (فلاس) کہتے ہیں میں نے عبد الرحمن بن مہدی کو ان سے حدیث
 بیان کرتے سنا دوری نے ابن معین سے نقل کیا اور اس کی حدیث کوئی حیثیت نہیں رکھتی
 امام بخاری اور امام ابو حاتم کہتے ہیں علی بن مدینی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ کہ
 کہا کہ میں عبد الرحمن سے حدیث بیان نہیں کرتا، عبد اللہ ان سے افضل ہیں، نسائی اسے
 ضعیف کہتے ہیں، ابن عبد الحكم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے سنا کہ ایک آدمی نے
 امام مالک کے سامنے منقطع روایت بیان کی تو فرمایا عبد الرحمن بن زید کے پاس جاؤ
 تمہیں اپنے والد اور حضرت نوح علیہ السلام سے روایت بیان کریں گے۔

خالد بن خراش کا بیان ہے کہ دائرہ دی، معن اور عام ائمہ اہل مدینہ نے کہا عبد
 الرحمن کے پاس مت جاؤ وہ نہیں جانتے وہ کیا کہہ رہے ہیں ہاں ان کے بھائی عبد اللہ کے
 پاس جایا کرو۔ ابو زرہ نے ضعیف کہا، ابو حاتم کہتے ہیں حدیث میں تو قوی نہیں۔ ذاکر
 نہایت صالح مگر حدیث میں کمزور تھے۔ دوسرے مقام پر لکھا یہ مجھے ابن ابی الرجال سے
 زیادہ پسند ہیں، ابن عدی کہتے ہیں ان سے احادیث حسان مروی ہیں لوگوں کا ان کے
 بارے میں اختلاف ہے، بعض نے انہیں سچا و صادق قرار دیا مثلاً حضرت معن نے ان
 سے احادیث لکھی ہے بخاری کہتے ہیں مجھ سے ابراہیم بن حزمہ نے بیان کیا کہ یہ ۱۸۲ ہجری
 میں فوت ہوئے ہیں۔

میں کہتا ہوں، ابن حبان کہتے ہیں یہ روایات میں قلب سے کام لیتے ہیں اور اس کا
 علم نہیں رکھتے حتیٰ کہ ان کی روایات میں کثرت کے ساتھ مراہیل، مرفوع اور موقوف منہ
 ہو گئیں تو یہ ترک کے مستحق ٹھہرے، ابن سعد کہتے ہیں کثیر الحدیث اور بہت زیادہ ضعیف
 ہیں، ابن خزیمہ کا کہنا ہے کہ یہ ان میں سے نہیں جن کی حدیث سے اہل علم احتجاج کریں
 کیونکہ ان کا حافظہ کم تھا ان کا شعبہ عبادت اور زہد ہے اور یہ ماہرین حدیث سے نہیں

سامی کہتے ہیں ہمیں ربیع نے انہیں امام شافعی نے بیان کیا کہ عبد الرحمن بن
 ابی ہریرہ سے پوچھا گیا کہ تمہارے والد نے تمہارے دادا سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے
 لایا کشتی نوح علیہ السلام نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو نوافل پڑھے
 کہہ گا، ہاں، سامی کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ طحاوی کہتے ہیں کہ حدیث کے ماہرین
 نے ہاں ان کی حدیث نہایت ضعیف ہے، حربی نے کہا دیگر اس سے زیادہ ثقہ ہیں
 حاکم اور ابو نعیم نے کہا یہ اپنے والد سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ ابن
 حوری نے لکھا، اس کے ضعف پر علماء کا اجماع ہے۔

ہم نے تہذیب الہذیب سے من وعن نقل کر دیا ہے اس میں ایک حرف کی بھی کمی نہیں کی
 اس میں ان کے ضعف ہونے پر کثیر نصوص ہیں مگر ایسی کوئی چیز نہیں جو عبد الرحمن کے
 کاذب ہونے یا حدیث گھڑنے والا ہونے پر شاہد ہو بلکہ یہاں اس کے برعکس نصوص و
 تصریحات ہیں جو اس کے صدق، صالحیت، عابد اور زاہد ہونا بتاتی ہیں اور سوء حفظ اور
 غلطی کی وجہ سے اس میں ضعف ہے لیکن اس ضدی نے کیا ہا لیا؟ اور کیا کہہ دیا؟
 جس حدیث ضعیف کے حوالہ سے امام شافعی نے اس کا ذکر کیا اس کا اس
 مسئلہ سے تعلق ہی نہیں کیونکہ اس حدیث کو عبد الرحمن نے اپنے والد اور دادا کے حوالہ
 سے منقطع سند کے ساتھ مرفوعاً بیان کیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے دادا کے
 درمیان طویل مسافت ہے کہ وہاں تک پہنچنے میں اونٹ ہلاک ہو جائیں، بلاشبہ اس کثیر
 انقطاع کے وقت کسی کاذب نے الفاظ وضع کیے اور عبد الرحمن بن زید تک پہنچی تو انہوں
 نے سننے کے مطابق اسے بیان کر دیا اور اس میں انقطاع اور نکارت معنی تھا اسے وہ نہ
 جان سکے جیسے وہ صالحین لوگ جو معرفت حدیث کم رکھتے ہیں وہ احادیث موضوع
 روایت کر دیتے ہیں اس میں ان کی نیت صحیح ہوتی ہے اور ان کا ارادہ ہرگز وضع حدیث
 کا نہیں ہوتا جیسا کہ اصطلاحات حدیث کی کتب میں ان کی مثالیں موجود ہیں۔ اگر عبد
 الرحمن بن زید کشتی نوح علیہ السلام والی روایت کو ایسی سند متصل سے بیان کرتے جو شرط صحیح

کے مطابق اور راوی ثقہ ہوتے پھر یہ انہی کا کام ہوتا اور انہی کو وضع کرنے والا قرار دیا جاتا نہ کہ کسی دوسرے کو جیسا کہ محدثین کے ہاں یہی ضابطہ ہے، لیکن یہ روایت منقطع سے مروی ہے تو اب یہ ممکن ہی تو نہیں کہ انہیں اس کی وجہ سے وضاع کہہ دیا جائے بلکہ ان پر کوئی عیب نہیں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان سے غفلت ہوئی اور نکارت معنی کے باوجود حدیث بیان کر دی۔

اسی طرح حاکم اور ابویہم کا کہنا کہ یہ اپنے والد سے احادیث موضوعہ نقل کرتا ہے کا معنی بھی یہ ہے کہ یہ انہیں روایت کر دیتے ہیں اور ان سے رواج پاتی ہیں لیکن ان کی وضع کا ارادہ نہیں کرتے، ان کی عبارت اس مفہوم کی مفید ہے کیونکہ اگر ان کا ارادہ انہیں کاذب و وضاع قرار دینا ہوتا تو یوں کہتے وضع علی ایہ احادیث (کہ وہ اپنے والد کے حوالہ سے احادیث وضع کر لیتا تھا) جیسا کہ علماء کا کسی کو کاذب و وضاع قرار دینے کا معروف طریقہ ہے۔

یہ اس پر ظاہر ہے جو کتب رجال کا مطالعہ اور المی اصطلاح پر نظر رکھتا ہے جیسا حافظ منذری نے الترفیب و الترفیب میں یہ حدیث بیان کی
اعطوا الاجر قبل ان یجف عرقہ مزدور کو مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو

تو اس کے بعد لکھا اسے امام ابن ماجہ نے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے روایت کیا اور ان کی توثیق کی گئی ہے امام ابن عدی کہتے ہیں ان کی احادیث، حسان ہیں اس میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض نے ان کی تصدیق کی اور حضرت معن ہیں جنہوں نے ان سے احادیث لکھیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ کسی محدث نے عبد الرحمن بن زید کو جھوٹا قرار نہیں دیا، فقط اس بہت دھرم نے انہیں جھوٹا قرار دیا اور انہیں جھوٹا قرار دینے کا پورا پورا بدلہ اسی کو حاصل ہوگا

امیر عاشق

عبد الرحمن بن زید بن اسلم (بمخلاف جو ضعیفی نے ان کے حالات میں کذب اور نقل میں ترفیب و تہذیب سے کام لیا) فقط ضعیف ہیں نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ ہیں

اس پر دلیل

اس پر دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے تہذیب و تہذیب میں ان کا تذکرہ کیا جو ابھی ہم نے اوپر وہاں سے نقل کیا انہوں نے تقریب و تہذیب میں بھی ان کا تذکرہ یوں لکھا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم عدوی ضعیف، انھوں طبقہ سے ہیں ان کا وصال ۱۸۱ میں ہوا اور خطبہ تقریب میں انہوں نے لکھا۔

اس میں مذکور راویوں میں ہر شخص پر وہی حکم ہوگا جو ان کے بارے میں اصح اور احسن کے اعتبار سے نہایت معتدل ہوگا۔

ان دونوں تصریحات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصح حکم اور اعدل کے طور پر وصف عبد الرحمن کا فقط ضعیف ہونا ہے جسے ہم نے اوپر بیان کر دیا، تمہارے لئے حافظ ابن حجر کا حکم کافی ہے کیونکہ عبارات کے احاطہ اور ان کے درمیان موازنہ کے بعد ہی انہوں نے یہ حکم جاری کیا ہے اور یہ اس فن کے ماہر، اس کی عقل کے معالج اور اس کے لشکر کے امیر ہیں لہذا جو کہیں گے وہ سچ ہوگا اور جو حکم لکھیں گے وہ عدل ہوگا اس لئے خلاصہ تہذیب میں شیخ خزرجی نے فقط ان کے ضعیف ہونے پر اکتفا کیا اور لکھا عبد الرحمن بن زید بن اسلم مدنی اپنے والد سے روایت لیتے ہیں اور ان سے دیکھ، ابن وہب، قتیبہ اور کافی حقوق نے روایت لی ہے، امام احمد، ابن مدینی، نسائی اور دیگر نے انہیں ضعیف کہا ۱۸۲ میں فوت ہوئے

تمہاری حیرانگی اور تعجب برابر ہو گئے جب تم یہ جان لو گے کہ امام ذہبی نے بھی انہیں ضعیف ہی کہا ہے کیونکہ التہذیب ان میں انہوں نے لکھا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم عدوی مولاہم مدنی، یہ اسامہ اور عبد اللہ کے بھائی ہیں، امام ابو

یعنی الموصلی کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن معین سے سنا زید بن اسلم کے بیٹوں کی کوئی حیثیت نہیں، عثمان الدارمی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے سنا، زید کے بیٹے ضعیف ہیں، بخاری نے کہا علی نے عبدالرحمن کو بہت ہی ضعیف قرار دیا ہے، نسائی نے ضعیف کہا، امام احمد نے کہا عبد اللہ ثقہ اور دوسرے بھائی ضعیف ہیں، اس کے بعد اس سے احادیث ذکر کیں ان میں کشتی نوح والی حدیث بھی ہے اور اسے اسلم کے حوالے سے بطور موقوف ذکر کیا نہ کہ بطور مرفوع

جو واضح کر رہا ہے کہ یہ روایت عبدالرحمن سے بطور مرفوع ثابت نہیں اور ظاہر یہی ہے کہ اسلم نے اسے اسرائیلیات سے ذکر کیا کیونکہ اس میں مناکیر کا کثیر حصہ ہے۔ یہ میزان کی عبارت کا حاصل ہے یہ عبارت بھی اسے ضعیف سے زیادہ بکر قرار نہیں دے رہی جیسا کہ حافظ ابن حجر کا حکم و فیصلہ اوپر آچکا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

گیارہواں امر

اس نے کام ذہبی سے نقل کیا۔

عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے زیر بحث روایت کو مجہول سے روایت کیا لیکن یہ امام ذہبی کی طرف کذب اور ان کے کام میں تحریف ہے۔

امام ذہبی ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے اسے اپنے والد سے روایت کیا ہے اور ان کے والد گرامی زید، معروف ثقہ راویان حدیث میں سے ہے۔

اللہ کی قسم حصص کا یہ جھوٹ نہایت واضح ہے اور یہ ایسے ہی بندے سے صادر ہو سکتا ہے عنقریب ذہبی کی پوری عبارت سامنے آ جائے گی تاکہ اس کے مطالعہ سے ان کا قول ثابت ہو جائے گا انشاء اللہ۔

بارہواں امر

حدیث تو سل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں اگرچہ اس ضعیف نے حافظ ابن حجر کی گفتگو میں تبدیلی، غلط مفہوم، کذب بیانی اور تحریف سے کام لیا ہے اگر آپ ہماری

گفتگو کی صحت پر دلیل کا شوق رکھتے ہیں تو اچھی طرح متوجہ ہو کر ہماری گفتگو سنو کیونکہ یہ روا اور تریاق ہے اور یہ وہ تمام محو کردے گی جو اس ضعیف کی جہالت، کم عقلی، کذب بانی اور بے وقوفی کی وجہ سے تمہارے قلب و عقل کو بیماری عارض ہوئی ہے

واللہ العوفی لا رب غیرہ اللہ توفیق دینے والا اور اس کے علاوہ کوئی رب نہیں امام حاکم نے یہ روایت اپنی سند سے یوں بیان کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو انہوں نے یوں دعا کی:

یا رب اسئلك بحق محمد لما اے میرے رب میں تیری بارگاہ میں محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں مجھے معاف فرما دے قدرت لی

اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے آدم علیہ السلام کہف عرفت محمداً ولم اخلقه تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا جبکہ میں نے انہیں پیدا ہی نہیں کیا

عرض کیا میرے رب جب تو نے مجھے اپنے دست اقدس سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی طرف سے روح پھونکی، میں نے اپنا سراٹھایا

فرایت علی قوائم العرش مكتوباً لا تو میں نے عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

السلام تصف الی اسمک الاحب تو نے اپنے نام کے ساتھ ان کا نام ملایا ہے جو الخلق المک تجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تم نے سچ کہا لا احب الخلق الی ادعی بحقه فقد غفرت لك ولو لا محمد ما خلقتك

امام حاکم نے لکھا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور پہلی حدیث ہے جو میں نے عبدالرحمن بن

زید بن اسلم سے اس کتاب میں ذکر کی ہے۔

حافظ ذہبی نے ان کے اسے صحیح کہنے پر لکھا۔

میں کہتا ہوں بلکہ یہ موضوع ہے اور عبدالرحمن کزور ہے۔ حاکم نے کہا یہ پہلی روایت ہے جو میں نے ان سے کتاب میں ذکر کی ہے میں کہتا ہوں، اسے عبداللہ بن مسلم فہری نے روایت کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اسماعیل بن مسلمہ سے روایت کرنے والے کون ہیں؟

میں کہتا ہوں ان دونوں جلیل حفاظ نے غلو سے کام لیا اور حدیث پر ایسا حکم لگا دیا جو مسلم نہیں، انصاف یہ ہے کہ یہ حدیث نہ تو صحیح ہے جیسے امام حاکم نے کہا اور نہ یہ موضوع ہے جیسے ذہبی نے کہا۔

اس کا صحیح نہ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ عبدالرحمن بن زید شرائط صحیح پر نہیں اترتے لیکن اس کے موضوع نہ ہونے پر چند دلائل ہیں۔

پہلی دلیل

عبدالرحمن بن زید نہ کاذب ہیں اور نہ ان پر ایسی کوئی تہمت ہے وہ فقط ضعیف ہیں، محدثین کا اصول یہ ہے کہ کسی حدیث کو فقط ایک یا دو دواویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے موضوع قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ وہاں ایسے قرآن کا ہونا بھی ضروری ہے جو اس کے موضوع ہونے پر دلیل ہوں مثلاً نکارت معنی یا حدیث کا ایسی احادیث کے مخالف ہونا جن کی صحت پر جزم ہو اور ان میں موافقت نہ ہو سکتی ہو یا اس طرح کے دیگر قرآن ہوں مگر اس روایت میں نہ نکارت معنی ہے اور نہ کسی حدیث کی مخالفت، اس میں نکارت کیسے ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے محبوب اپنے نبی ﷺ کو یہ عزت بخشے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے کہیں بلند ان گنت نعمتیں عطا کی ہیں مثلاً آپ کو اس وقت نبی بنایا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، تمام انبیاء و رسل ﷺ سے یہ عہد لیا کہ اگر آپ ﷺ ان کی زندگی میں تشریف لائیں تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لا کر آپ کے معاون بن جائیں، شفاعت

کوئی کا درجہ دیا جو کسی نبی مرسل اور ملک مقرب کو نہ ملا، اور دیگر شفاعات عطا کیں، آپ ﷺ کا ذکر متصل یوں بلند کیا کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر کر دیا۔

جب حدیث میں نہ کوئی نکارت ہے اور نہ مخالفت تو یہ موضوع کیسے ہو سکتی ہے؟

دوسری دلیل

عبدالرحمن بن زید سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے یہ دلیل ہے کہ عبدالرحمن بن زید ضعیف میں اس حد تک نہیں پہنچے کہ ان کی روایت موضوع ہو کیونکہ بڑی جامع ہونے کے باوجود اس میں امام احمد نے موضوع روایت نقل نہیں کی اگرچہ ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں اس کی متعدد احادیث کو ذکر کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے ابن جوزی کا رد کیا اور امام احمد کا خوب دفاع کرتے ہوئے مکمل یہ کتاب لکھی القول المسند فی الذب عن المسند للامام احمد (مسند امام احمد کے دفاع میں (بصورت مقالہ) اس کے مقدمہ میں لکھا۔

وہ و صلوات کے بعد، میں نے چاہا ان اوراق میں ان احادیث کے بارے میں اپنا مطالعہ سامنے لاؤں جنہیں کچھ محدثین نے موضوع قرار دیا ہے حالانکہ وہ امام احمد بن محمد بن حنبل کی بڑی مشہور مسند میں ہیں جو کہ قدیم و جدید محدثین کے امام ہیں اور میرا ان عقلی گوشوں سے پردہ اٹھانا کوئی ایسی مصیبت نہیں جو دین و مروت کے خلاف ہو، بھگد اللہ، ملت کے دفاع میں حمیت، جاہلیت کی حمیت کی طرح نہیں بلکہ یہ تو عظیم مصنف حدیث کا دفاع ہے جنہیں امت میں تکریم و قبولیت حاصل ہے اور انہیں اپنا حجت میں امام بنایا ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اختلاف کے موقع پر انہی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ”تقیل المتبعة بزوائد رجال الادب“ میں لکھا۔

مسند احمد میں تین یا چار احادیث کے علاوہ کوئی ایسی حدیث نہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو ان میں سے حدیث عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ہے کہ وہ جنت میں دھکا داخل ہو گئے۔

میں کہتا ہوں، القول المسند میں میں نے حدیث عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے

ایسے شواہد ذکر کیے ہیں کہ ان میں سے بعض کی سند قوی ہے

حافظ منذری نے الترغیب میں لکھا۔

اس کے لئے جماعت صحابہ سے طرق ہیں ان میں سب سے عمدہ بھی کلام سے خالی نہیں۔
حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کثرت احادیث اور بیان میں مسند احمد کے برابر کوئی نہیں البتہ کثیر احادیث وہاں بھی رو گئی ہیں۔

الفرض مسند احمد کی حفاظت حدیث کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے تاجرید زوائد مسند البزار میں لکھا۔

جب حدیث مسند احمد میں موجود ہو تو اسی طرح اکتفاء کر لیا جائے اسے دیگر مسانید کی طرف منسوب کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔

جب صورت حال یہی ہے تو امام احمد کا مسند "جس کا مقام و شان یہ ہے" میں ابو الرضیٰ بن زید سے روایت لانا اس پر دلیل ہے کہ ان کی حدیث درجہ موضوع تک نہیں کر سکتی۔
تیسری دلیل: حدیث توسل آدم علیہ السلام کو امام بیہقی نے دلائل النبوة میں ذکر کیا حالانکہ انہوں نے اپنے اوپر یہ التزام کر رکھا ہے کہ اس میں ایسی کوئی حدیث نہیں لاؤں گا جس کا موضوع ہونا معلوم ہو جیسے اس پر حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے المصنوعی کی کتاب التوحید میں تصریح کی ہے اور ابن جوزی کا رد کیا کہ انہوں نے ابن شاہین کے حوالہ سے منقولہ روایت کو موضوع قرار دیا جسے امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں وارد کیا ہے۔

چوتھی دلیل

امام بیہقی نے اپنی کتاب الدلائل کے مقدمہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو بتا رہی ہے کہ اس کتاب میں منقول ان احادیث کو قبول کیا جائے گا اگرچہ وہ ضعیف ہیں، ہم ان کی من و عن عبارت نقل کیے دیتے ہیں تاکہ ہماری مذکورہ گفتگو کی صحت کا یقین ہو جائے۔
امام بیہقی دلائل النبوة کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ میں اس کتاب میں جو حدیث لاؤں گا تو میں اس کے بعد اس کی صحت کی طرف اشارہ کروں گا یا اسے بلا حکم چھوڑ دوں گا اور وہ اس طرح کے معاملہ میں

مطلوب ہوگی، اگر ایسی روایت لاؤں گا جس میں کوئی ضعف ہے تو اس کے ضعف کی طرف اشارہ کروں گا اور دیگر احادیث پر اعتماد کروں گا کیونکہ متاخرین اہل علم نے معجزات اور دیگر اہل میں کتب لکھیں ہیں وہ ان میں کثیر تعداد میں احادیث لائے ہیں، جن میں صحیح و سقیم، مضمور و غریب اور موضوع میں فرق و امتیاز نہیں کیا حتیٰ کہ جس کی نیت اچھی تھی اس کی احادیث کو قبولیت کا درجہ واحدہ دیا اور جس کی نیت بری تھی اس کی احادیث کو درجہ واحدہ دیتے ہوئے رد کر دیا میرا طریقہ اپنی اصول و فروع میں تصانیف میں یہ ہے کہ احادیث پر صحیح چھوڑ کر صحیح پر اکتفا کرتا ہوں اور صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز کرتا ہوں تاکہ اہل سنت مطالعہ کرنے والا ان پر اعتماد کر کے بصیرت حاصل کر پائے اور اہل بدعت جس کا دل عدم قبول احادیث کی وجہ سے ٹیز ہا ہے اسے ان روایات سے اعتراض کا موقع نہ ملے جن پر اہل سنت نے اعتماد کیا ہے۔

پھر آگے چل کر لکھا۔

جو آدمی میری کتب میں صحیح اور سقیم احادیث کے درمیان امتیاز سے آگاہ ہے اور توفیق الہی نے اس کی مدد کی ہے تو وہ میری مذکورہ بات کی تصدیق کرے گا اور جو اس پر غور و فکر نہیں کرے گا اور توفیق نے اس کی مدد نہ کی اسے میری یہ تفصیل کوئی فائدہ نہیں دے گی اگرچہ وہ کتنی ہو، اسے میری وضاحت مطمئن نہیں کر پائے گی اگرچہ کس قدر بلیغ و موثر ہو جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

وَمَا تَنْفَعُ الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنِ الْقَوْمِ لَا إِيمَانَ لَهُمْ لَأَنذَرُكُمْ يَوْمَ يَأْتُكُمْ الْقَارِعَةُ يُبْعَثُونَ (پ ۱۱، یس، ۱۰۱) فائدہ نہیں دے سکتیں

(مقدمہ دلائل النبوة، ۱ = ۴۶، ۴۷)

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدعت سے مراد وہ لوگ لئے ہیں جن کے دل عدم قبول احادیث کی وجہ سے ٹیز ہے ہو چکے۔

ہر جگہ، یہ ضدی اور اس کے ساتھی بھی ایسی کثیر احادیث فقط اس لئے رد کر

دیتے ہیں کہ وہ ان کی خواہشات کے مخالف ہیں اور قبول احادیث کے لئے ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی جس کا بڑا تفصیل و کامل بیان ہماری اس کتاب کی ابتدا میں آچکا ہے۔

ان کے شیخ اور مبلغ شیخ رشید رضا مصری کے حوالہ سے مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ طہرین میں سے ایک نے انہیں یہ رائے دی کہ اس پر مستقل کتاب لکھیں وہ رائے یہ تھی کہ صرف قرآن ہی کافی ہے سنت کی قانون و تشریح میں کوئی ضرورت نہیں۔ شیخ موصوف نے اس طوطی سے اتفاق کیا، اگر ان کی یہ موافقت ثابت و درست ہے تو اس سے یہ دین سے الگ اور جماعت مسلمین سے خارج قرار پائیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی و عافیت مانگتے ہیں۔ امام تہجدی نے دلائل کے مقدمہ کی مذکورہ متقولہ عبارت کے بعد لکھا۔

حمد و صلوة کے بعد، جب میں اللہ تعالیٰ کی بد و حسن توفیق سے، اسماء و صفات، روایت ہادی تعالیٰ، ایمان، قدر، عذاب قبر، علامات قیامت، بعثت، نشور، میزان، حساب، صراط، نوحی، شفاعت، جنت، دوزخ اور دیگر اصول کے بارے میں تخریج احادیث اور ان میں امتیاز سے فارغ ہوا تو میں نے ارادہ کیا اور مشیت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے کہ میں سیدنا نبی اکرم محمد ﷺ کے کچھ معجزات اور آپ کی نبوت کے دلائل جمع کروں تو میں نے ابتدا کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے طلب خیر کی اور اپنے ارادے کی تکمیل کی مدد مانگی اسی طرح جو میں نے اپنی دیگر کتب میں شرط رکھی کہ صحیح پر استفا کروں گا اور سقیم نہیں لاؤں گا، معروف سے غریب نہیں لوں گا مگر جب اس کے بغیر صحیح اور معروف سے مراد واضح نہ ہو تو میں اسے لاؤں گا اور اعتماد کروں گا ان تمام پہ جنہیں اہل توارخ و مغازی نے صحیح یا معروف قرار دیا ہے (دلائل الہیہ ۱۳-۱۶)

دلائل کے آخر میں ہناب مایستدل بہ علی بن النبی ﷺ لہم يستخلف احدا بعدہ فی امر امتہ، میں اس کے بعد کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت کی حدیث نقل کی اور اشارہ کیا کہ یہ رغائب اور آداب میں طویل حدیث ہے اور لکھا یہ حدیث موضوع ہے میں نے ابتدا کتاب میں واضح کر دیا کہ میں اس میں ایسی حدیث نہیں لاؤں گا جسے میں موضوع جانتا ہوں گا۔

(دلائل الہیہ ۱۵، ۱۶-۲۲۹)

اس سے خصوصاً دلائل الہیہ اور امام تہجدی کی دیگر کتب عموماً کی اہمیت اشکار ہو گئی کہ انہوں نے ان میں ہرگز کوئی موضوع روایت ذکر نہیں کیا البتہ ضعیف لا کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا دوسرے محدثین پر اعتماد کرتے ہوئے صحیح لا کر تبصرہ نہیں کرتے یا ضعیف ذکر کردہ معاملہ میں مقبول ہوتی ہے جیسا کہ انہوں نے کہا یا ان کے بیان کردہ دیگر کا ذکر ہے تو حدیث تو سل آدم علیہ السلام کا دلائل میں لانا اور اس کا مقام سامنے ہے یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ موضوع نہیں

پانچویں دلیل

امام تہجدی نے فقط حدیث کو ضعیف ہی قرار دیا ہے کیونکہ کتاب الدلائل کے باب ما جاء فی تعدد رسول اللہ ﷺ بملعمۃ ربہ عزوجل لقول اللہ تعالیٰ ولما ہنعمۃ ربک کے تحت روایت نقل کی کہ ہمیں ابو عبد اللہ حافظ نے لکھوایا اور پڑھ کر سنایا ہیں ابو سعید خدری بن محمد بن منصور العدل نے املا کروائی کہ ہمیں ابو الحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم الجھظلی نے کہا ہمیں ابو الحارث عبد اللہ بن مسلم الطہری نے مصر میں بیان کیا۔ ابو الحسن کہتے ہیں یہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ہیں اور کہا ہمیں اسماعیل بن مسلمہ نے انہیں عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے والد سے انہوں نے دادا سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مذکورہ روایت بیان کی پھر لکھا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے اس طریق پر بیان کرنے میں منفرد ہیں جو کہ ضعیف ہیں یہ عبارت پرانے نسخہ صحیح سے ہے جس پر جمال یوسف بن عبد الحمادی، علامہ غلطی اور حافظ سیوطی کے دستخط ہیں یہ امام تہجدی کی تصریح و نص ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا جو ہمارے دعویٰ کی ہی مؤید ہے وہ اللہ التوفیق۔

چھٹی دلیل

حدیث تو سل آدم علیہ السلام کا شاہد موجود ہے جو اس کا مؤید ہے۔

امام ابن المذہب نے اپنی تفسیر میں امام محمد بن علی بن حسین بن علی علیہ السلام سے نقل کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوگی تو انہیں نہایت تکلیف پہنچی اور ان پر بہت عداوت ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے آکر کہا

هل اذلك على باب توبتك الذي
يتوب الله عليك منه
کیا میں تمہیں توبہ کا دروازہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ اس سے تمہاری توبہ قبول کرے گا

فرمایا اے جبریل علیہ السلام ضرور بتاؤ اور کہنے لگے۔

اس مقام پر کھڑے ہو جاؤ جہاں تم اپنے رب سے مناجات کرتے ہو اس کی بزرگی و مدح کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مدح سے بڑھ کر کوئی شے محبوب نہیں، فرمایا، جبریل میں کیا پڑھوں بتایا، یہ کہو

لا اله الا الله وحده لا شريك له
الملك وله الحمد يحيى ويموت
وهو حي لا يموت ويبدئ الخير
كله وهو على كل شيء قدير
پھر اپنی لٹنی پر معافی مانگو

سبحانك اللهم وبحمدك لا اله الا
انت رب انى ظلمت نفسي و
عملت السوء فاغفرلى انه لا يغفر
الذنوب الا انت اللهم انى اسالك
بجاه محمد عبدك وكرامته عليك
ان تغفرلى عظيمتى
اے اللہ تیری ذات پاک اور تیری حمد ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور ظلم کیا مجھے معاف فرما دے۔ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا اے اللہ! میں تجھ سے تیرے خاص بندے محمد کے مقام مرتبہ جو ان کا تیرے ہاں ہے کے وسیلہ سے عرض کرتا ہوں میری خطا معاف فرمادے

تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم علیہ السلام تمہیں اس وظیفہ کی تعلیم کس نے دی؟ عرض کیا میرے رب جب تو نے میری اندر روح پھونکی میں کامل انسان بن گیا اور میں نے سننا دیکھنا، سمجھنا شروع کیا تو میں نے

وايت على ساق عرشك مكتوبا بسم
الله الرحمن الرحيم لا اله الا الله
وحده لا شريك له محمد رسول الله
فلما لم ار على اثر اسمك اسم ملك
مقرب ولا نبي مرسل غمر اسمي
علمت انه اكرم خلقك عليك
میں نے تیرے عرش کی ساق پر لکھا ہوا دیکھا اللہ اللہ الرحمن الرحیم کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں جب میں نے تیرے نام کے ساتھ کسی مقرب و لا نبی مرسل غمر اسمی ان کے نام کے نہ دیکھا تو میں نے جان لیا کہ تیرے ہاں سارے مخلوق سے یہ زیادہ معزز ہیں

فرمایا تم نے سچ کہا

وقد ثبت عليك و غفرت لك
میں نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کر دیا
امام محمد بن علی بن حسین سے مراد امام ابو جعفر باقر علیہ السلام ہیں جو ثقہ تابعی اور ان کے سر تاج ہیں آئمہ ستہ نے ان سے روایت لی یہ حضرت جابر، ابو سعید، ابن عمر اور دیگر صحابہ سے روایت لیتے ہیں

ایک اور شاہد

پھر ہمیں اس کا ایک اور فرمان نبوی بطور شاہد بھی ملا ہے، امام ابن جوزی نے کتاب الوفاء فی فضائل المصطفیٰ میں بطریق ابو الحسن بن بشران سے انہوں نے ابو جعفر محمد بن عمرو سے انہوں نے احمد بن اسحاق بن صالح سے ان سے محمد بن صالح نے ان سے محمد بن سنان الصوفی نے ان سے ابراہیم بن طہمان نے ان سے بدیل بن میسرہ نے ان سے عبد اللہ بن شقیق نے اور ان سے حضرت میسرہ علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ متنی کفت نبیہا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان بنایا، عرش پیدا کیا

کتب علی ساقی العرش محمد ساقی عرش پر لکھا محمد اللہ کے رسول اللہ خاتم الانبیاء رسول اور آخری نبی ہیں

اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا کی اور حضرت آدم و حوا علیہ السلام کو فرمایا

کتب لسمی علی الابواب والادواق و تو میرا نام اس کے دروازوں، چوں، قوس، القباب والخیام و آدم بین الروح والجسد اور نیموں پر لکھا جبکہ ابھی آدم روح و جسم کے درمیان تھے

تو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زندہ کیا تو

نظر الی العرش فرانی اسمی فاحیرہ اللہ عرش کی طرف نظر اٹھائی تو انہوں نے میرا نام دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا تو

تمہارے اولاد کے سربراہ ہیں

جب شیطان نے ان کو دھوکہ دیا۔

تلباوا استغفا باسمی اللہ انہوں نے توبہ کی اور میرے نام کو شفیع بنایا

اس حدیث کی سند قوی ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری وغیرہ میں لکھا اور یہ حدیث عبد الرحمن بن زید کے لئے بہت ہی قوی شاہد ہے

اس باب میں امام ابوبکر اجری نے کتاب الشریعہ میں یوں نقل کیا۔

ہمیں ہارون بن یوسف التاجر نے ان سے مروان عثمانی نے ان سے ابو عثمان بن خالد از عبد الرحمن بن ابی الزناد از والد گرامی سے بیان کیا کہ وہ کلمات جن سے حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کی وہ یہ تھے

اللہ الی اسألت بحق محمد علیک اے اللہ میں محمد علیہ السلام کے وسیلہ سے تیری بارگاہ سے مانگتا ہوں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں مقام محمد علیہ السلام پر کیسے آگاہی ہوئی! عرض کیا

ہارون رفعت رأسی فرأیت مکتوباً اے میرے رب میں نے سر اٹھایا تو میں نے علی عرشک لا الہ الا اللہ محمد تمہارے عرش پر لکھا پایا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد رسول اللہ فعلمت انہ اکرم خلقت اللہ کے رسول ہیں تو میں نے جان لیا کہ یہ تیری مخلوق میں سب سے معزز ہیں

اس اثر کو حدیث نبوی سے ملائیں تو یہ اسے نہایت قوت دے گا جو واضح ہے۔

حدیث کے الفاظ بلولہ یا آدم ما خلقتک کا شاہد خود امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ہمیں علی بن عثمان العدل از ہارون بن العباس ہاشمی از عدل بن والیق از عمرو بن اوس انصاری از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ از سعید بن المسیب اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف والی کی، اے عیسیٰ علیہ السلام

ان بن محمد و امر من ادک من امتک محمد پر ایمان لاؤ اور انہیں حکم دو جو تمہاری امت ہیں کہ ان پر ایمان لائیں اگر محمد نہ بلولہ ما خلقت محمد ما خلقت آدم ان ہؤمنا وہ فلولا محمد ما خلقت آدم ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اگر وہ نہ بلولہ ما خلقت الجنة والنار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ ہوتے تو میں جنت و دوزخ پیدا نہ کرتا میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن نے جب عرش پیدا کیا تو اس نے حرکت کی میں نے اس پر لکھا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں تو عرش ٹھہر گیا

امام حاکم نے لکھا۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اس پر ذہبی نے لکھا۔ میرے خیال میں یہ سعید سے موضوع ہے لیکن ذہبی کے اس عن پر کوئی دلیل نہیں لہذا اس کا اعتبار نہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسرے طریق سے فرمان نبوی منقول ہے،

امام دیلمی نے مسند فردوس میں لکھا۔

ہمیں ہمارے والد نے از ابو طالب بن علی بن الحسین از عبد اللہ بن ابراہیم از
ابراہیم از از عبد اللہ بن اسحاق المدائنی از محمد بن بشار از عبید اللہ بن موسیٰ القرظی از
بن جعفر بن سلیمان از عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس از والد از حضرت امام
علیؑ سے یہ فرمان نبوی ﷺ روایت کیا میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور کہا یا محمد
ان الله يقول لولك ما خلقت الجنة و الله تعالى فرماتا ہے اگر تم نہ ہوتے تو میں جہنم
لولك ما خلقت النار پیدا نہ کرتا اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ پیدا نہ کرتا
عبد الصمد کو عقلی نے تصدیق کیا اور کہا اس کی حدیث غیر محفوظ ہے۔

الغرض عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی توسل آدم علیہ السلام کے بارے میں حدیث
موضوع نہیں، حدیث کے قواعد و ضوابط اسے موضوع کہنے کی اجازت نہیں دیتے ان کی
کی بنا پر جن کا ذکر اوپر ہم نے کر دیا البتہ امام ذہبی کا اس میں اختلاف ہے اور ان میں
کثیر شدت ہے جیسے امام حاکم میں کثیر تسامی ہے۔

صواب و درست یہاں ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی کمی کا ازالہ حضرت
میرزا الفجر علیہ السلام کی روایت کر رہی ہے جو قوی حدیث ہے جیسے کہ اوپر ابھی گزرا ہے
اس کی کمی کا ازالہ امام باقر اور دیگر علیہ السلام کے آثار سے بھی ہو رہا ہے۔

تو اس وجہ سے حدیث توسل حسن لغیرہ قرار پائے گی لہذا اس سے بلا نزاع
استدلال و احتجاج کیا جاسکتا ہے۔

ایک اور بات پر تنبیہ

اس پر بھی تنبیہ نہایت ضروری ہے۔

اس حدیث کے بارے میں ذہبی کا یہ قول کہ اسے عبد اللہ بن مسلم فہری نے نقل
کیا اور میں نہیں جانتا یہ کون ہے؟ اگر ان کی غرض عبد اللہ بن مسلم کے مجہول ہونے کی وجہ
سے حدیث میں علت بیان کرنا ہے تو سے علت بنانے کا کوئی معنی ہی نہیں کیونکہ یہ حدیث
عبد الرحمن بن زید سے معروف ہے علاوہ ازیں اس میں عبد اللہ بن مسلم فہری معروف ہیں

ہمیں اس کے تحت سند تکبھی سے گزرا کہ امام ابن اسحاق بن راہویہ نے یہ حدیث ان سے
عبد الرحمن بن زید اور انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح علیہ السلام کے خادم ان سے
روایت کی الجملہ ان کی تعریف و معرفت ہے اور عبد الرحمن بن زید کا متابع بھی موجود ہے۔
امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں کہا۔

ہمیں محمد بن داؤد بن اسلم العدنی مصری نے از احمد بن سعید مدنی فہری از عبد
اللہ بن اسماعیل مدنی از عبد الرحمن بن زید بن اسلم از والد از دادا از حضرت عمر علیہ السلام سے
یہ حدیث روایت کی جیسے اوپر آچکا البتہ ان الفاظ کا اضافہ ہے، اسے آدم علیہ السلام
عبد السمیع من ذریعتک و ان امتہ یہ تمہاری اولاد میں آخری نبی ہیں اور ان کی
امت الامم من ذریعتک۔

اسے امام ابوبکر اجری نے کتاب الشریعہ میں بطریق عبد اللہ بن اسماعیل بن ابی
محمد از عبد الرحمن بن زید سے اس کی مثل روایت کیا۔ البتہ اسے حضرت عمر علیہ السلام کا قول
لہذا موقوف قرار دیا اور اس بارے میں موقوف حکم مرفوع میں ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

بروز جمعہ المبارک بعد نماز عشاء

بوقت پونے گیارہ بجے

جامع رحمانیہ شادمان لاہور

۳۱ جولائی ۲۰۰۹ء..... شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

مقالہ ۵: حدیث تو سل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں ۱۳۷

۱۳۹	اہل بدعت کا انکار
۱۵۰	متعصب کا شبہ
۱۵۱	چند امور کا تذکرہ
۱۵۱	امراول، ابن حبان کی طرف سے نسبت غلط ہے
۱۵۱	امرثانی، امام سیوطی رحمہ اللہ راوی نہیں
۱۵۲	اخراج اور خرج میں فرق
۱۵۲	امرثالث: لفظ جدہ منضم کر لیا
۱۵۳	امررابع: الفاظ حدیث میں کمی بیشی
۱۵۳	امر خامس
۱۵۵	امرسادس: امام حاکم پر حملہ

امرسابع: حافظ ابن حجر کی تحقیق

۱۵۵

امام سیوطی رحمہ اللہ کی گفتگو

۱۵۶

امرثامن

۱۵۶

قابل توجہ چند امور

۱۵۸

امراول

۱۵۸

امرثانی

۱۵۹

دوسری دلیل

۱۵۹

امرثالث

۱۶۰

امررابع

۱۶۰

امر خامس

۱۶۰

امرسادس

۱۶۱

امرسابع

۱۶۱

امرثامن

۱۶۲

امرثاسع

۱۶۳

امرعاشر

۱۶۷

اس پر دلیل

۱۶۷

گیارہواں امر

۱۶۸

بارہواں امر

۱۶۸

اس پر چھ دلائل

۱۷۰

ایک اور شاہد

۱۷۷

ایک اور بات پر تنبیہ

۱۸۰